جاوید احمد غامدی

سیاق وسباق کے آئینہ میں (تیرہویں قسط)

مولانا فضل محمد یوسف زئی

حدود وتعزیرات میں

غامدی صاحب کے منشور کا یہ چوتھا بڑا عنوان ہے، اس بڑے عنوان کے ضمن میں کل آٹھ دفعات ہیں، اس میں سے چار دفعات پر کوئی مؤاخذہ نہیں ہے، لیکن باقی چار دفعات میں سنگین غلطیاں ہیں جن پر شدید مؤاخذہ اور گرفت کی ضرورت ہے، چنانچہ اس بڑے عنوان کی تیسری دفعہ دیت سے متعلق ہے۔

شرعی دیت سے متعلق غامدی صاحب کا نظریہ

دیت سے متعلق غامدی صاحب اپنے منشور کی دفعہ:۳ کے تحت لکھتے ہیں:

> ''دیت کے معاملے میں یہ حقیقت مانی جائے کہ قرآن مجید کی رو سے یہ بے شک ہر دور اور ہر معاشرہ کے لیے اسلام کا واجب الاطاعت قانون ہے، لیکن اس کی مقدار، نوعیت اور دوسرے تمام امور میں قرآن کا یہی حکم ہے کہ ''معروف''، یعنی معاشرے کے دستور اور رواج کی پیروی کی جائے، چنانچہ اسلام نے نہ دیت کی کوئی خاص مقدار ہمیشہ کے لیے متعین کی ہے اور نہ عورت اور مرد اور غلام اور آزاد اور کافر اور مؤمن کی دیتوں میں کسی فرق کی پابندی ہمارے لیے لازم ٹھہرائی ہے۔'' (منشور ص:۱۷)

تبصرہ: سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ غامدی صاحب کے پاس کونسی اتھارٹی ہے کہ وہ دیت وغیرہ شرعی احکام میں جوڑ توڑ کے لیے جج بنے ہوئے ہیں؟ کیا چودہ سو سال سے جس مسئلہ کو صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، مجتہدین اور فقہائے کرام نے سُلجھا کر امت کے سامنے وضاحت کے ساتھ بیان کردیا اور اس کے لیے واضح قواعد رکھ کر امت کو آسان شاہراہ پر گامزن کردیا، کیا وہ کافی وشافی نہیں ہے؟ اس کے بعد غامدی صاحب کی کس تحقیق کی ضرورت رہ گئی کہ وہ مجتہد بن کر بلا ضرورت تحقیق کے میدان میں اتر گئے اور نبی اکرم ﷺ سے لے کر آج تک تمام علماء اور محققین کو کنارے

کردیا اور اپنی خود ساختہ تحقیقات ''عرف'' اور ''دستور'' اور ''رواج'' اور شعراء جاہلیت کے اشعار کو امت پر مسلط کرنا شروع کردیا۔ تعجب اس پر ہے کہ امت تو نبی اکرم، رسول معظم ﷺ کی ہے اور ان کے لیے قوانین وقواعد غامدی صاحب بنا رہے ہیں؟ میں نے کئی بار کہا ہے اور پھر کہتا ہوں کہ غامدی صاحب!!! آپ کے اجتہاد کی ہمیں ضرورت نہیں ہے، آپ جو کچھ لکھ رہے ہیں اور نئی شریعت بنا رہے ہیں اس سے آپ امت کو تشویش اور تشکیک میں ڈال رہے ہیں، مثلاً: یہاں منشور کے دفعہ تین میں آپ نے دیت سے متعلق لکھا ہے: ''دیت کی مقدار، نوعیت اور دوسرے تمام امور میں قرآن کا حکم یہی ہے کہ معروف یعنی معاشرے کے دستور اور رواج کی پیروی کی جائے، الخ۔''

کم ازکم آپ کو خدا کا خوف نہیں کہ نبی اکرم ﷺ پر جو قرآن اُترا، اللہ تعالیٰ نے اس کی تفسیر وتبیین کا وعدہ بھی کیا اور نبی اکرم ﷺ نے اس کا بیان بھی فرمایا، نبی اکرم ﷺ کے بیان کو چھوڑ کر آپ عرف اور دستور کے پیچھے لگے ہوئے ہیں؟ معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف سطحی غلطی نہیں، بلکہ آپ کے دل ودماغ میں انکار حدیث اور دین اسلام کے مسخ کرنے کا ایک منصوبہ اور شوق پڑا ہوا ہے۔ جب کسی حکم کے لیے نص موجود ہو تو تنصیص شرعی کے بعد آپ کو کس نے اجازت دی ہے کہ آپ عرف کی بات کریں یا معاشرے کے دستور اور رواج کی بات کریں، یہی بات تو غلام احمد پرویز کرتا تھا اور وہ کہتا تھا کہ: دین کا اصل اور مرکز حکومت اور گورنمنٹ ہے۔ اللہ اور رسول سے مراد گورنمنٹ اور پارلیمنٹ ہے۔ میں آپ سے کہتا ہوں کہ اگر آپ میں ذرا بھی انصاف ہے تو کیا نبی کی بات معیار ہونا چاہیے یا دستور اور رواج کی بات کو معیار ہونا چاہیے؟ نبی اکرم ﷺ نے مرد کی دیت کے لیے سو اونٹ مقرر فرمائے ہیں، یہ دین ابراہیمی کا قدیمی طریقہ قریش کے پاس تھا یا عرب کا رواج تھا یا معاشرہ کا دستور تھا، کچھ بھی تھا، اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے اس کو شریعت کا حصہ بنادیا، چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو طبقات میں ابن سعدؒ نے اس طرح نقل کیا ہے:

''قَالَ ابْنُ عَبَّاسٌ: عَبْدُالْمُطَّلِبِ أَوَّلُ مَنْ سَنَّ دِيَةَ النَّفْسِ مائةً مِنَ الإبِلِ فجرت فی قريش وَالْعَرَب مائة من الإبل وأقرَّهَا رسولُ اللّٰهِ صلی اللّٰهِ عليه وسلم علٰى ما كانتْ عَلَيْهِ۔'' (طبقات کبریٰ، ج:۱،ص:۵۸، ۵۹)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: عرب میں عبدالمطلب پہلے انسان ہیں جنہوں نے جان کی دیت ایک سو اونٹ مقرر کیے، پھر قریش اور عرب میں سو اونٹوں کا سلسلہ جاری رہا، پھر آنحضرت ﷺ نے شرعی طور پر وہی سو اونٹوں کا سلسلہ اسلام میں برقرار رکھا۔''

غامدی صاحب کو جان لینا چاہیے کہ آنحضرت ﷺ نے جب دیت کے قانون کو اسلامی قانون کی حیثیت سے اپنا لیا، اب یہ جاہلیت کا قانون نہیں رہا اور نہ زمانے کا عرف اور دستور رہا، بلکہ اب یہ اسلام کا قانون بن گیا۔ قول رسولؐ اور فعل رسولؐ کی طرح تقریر رسول بھی حدیث وسنت کا مقام رکھتی ہے۔ ادھر موطا میں امام مالک رحمہ اللہ نے قتل خطأ کی دیت کے بارے میں صحیح سند کے ساتھ جو حدیث نقل فرمائی ہے اس میں

صاف طور پر مذکور ہے: ''إِنَّ فِیْ النَّفْسِ مِائَةٌ مِّنَ الْإِبِلِ ''یعنی''جان میں دیت کی مقدار سو اونٹ ہے۔'' (مؤطا مالک، کتاب العقول، ص: ۶۶۸، نور محمد کتب خانہ وسنن النسائی، کتاب القسامۃ والدیات، ج: ۲، ص: ۲۵۱، قدیمی کتب خانہ)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر محدث محمد بن نصر مروزی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب السنۃ میں یہ روایت نقل کرتے ہیں:

''کتب عمر بن عبدالعزیزؒ فی الدیات فذکر فی الکتاب ''وکانت دیة المسلم علٰی عهد رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم مائة من الإبل۔''

''حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے دیتوں سے متعلق ایک تحریر لکھی، اس تحریر میں آپ نے ذکر کیا کہ مسلمان مرد کی دیت آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ایک سو اونٹ تھی۔''

غامدی صاحب! آنکھیں کھول کر ادھر بھی دیکھ لیں کہ کیا نبی اکرم ﷺ نے دیت کو خود متعین کیا ہے یا معاشرے اور حکومتِ وقت پر چھوڑ رکھا ہے؟ آنے والی حدیث میں انسان اور انسان کے جسم کے مختلف اعضاء کی دیت کا تعین کیا گیا ہے، حتی کہ خصیتین تک معاملہ جا پہنچا ہے اور خصیتین کی دیت کی مقدار ایک سو اونٹ بتائی گئی ہے۔ غامدی صاحب! اگر اس کی مقدار میں تعین نہیں مانتے ہیں تو وہ آخر کیا تعیین چاہتے ہیں؟ دیت کی تفصیلی حدیث ملاحظہ ہو:

جسم کے مختلف اعضاء کی دیت

''وعن أبی بکر بن محمّد بن عمرو بن حزم عن أبیه عن جدّه أنّ رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم کتب إلٰی أهل الیمن وکان فی کتابه أنّ من اعتبط مؤمنا قتلا فإنّهٗ قود یده إلّا أن یّرضٰی أولیآء المقتول وفیه أنّ الرّجل یقتل بالمرأة وفیه فی النّفس الدّیة مائة من الإبل وعلٰی أهل الذّهب ألف دینار وفی الأنف إذا أوعب جدعهٗ الدّیة مائة من الإبل وفی الأسنان الدّیة وفی الشّفتین الدّیة وفی البیضتین الدّیة وفی الذّکر الدّیة وفی الصّلب الدّیة وفی العینین الدّیة وفی الرّجل الواحدة نصف الدّیة وفی المأمومة ثلث الدّیة وفی الجائفة ثلث الدّیة وفی المنقّلة خمس عشرة من الإبل وفی کلّ اصبع من أصابع الید والرّجل عشر من الإبل وفی السّنّ خمس من الإبل۔ (رواہ النسائی، ج: ۲، ص: ۲۵۱، ط: قدیمی کتب خانہ والدارمی ومن کتاب الدیات، باب الدیۃ فی قتل العمد، ج: ۲، ص: ۱۰۹، ط: نشر السنۃ، ملتان) ''وفی روایة مالک وفی العین خمسون وفی الید خمسون وفی الرّجل خمسون وفی الموضحة خمس۔'' (مؤطا امام مالک، کتاب العقول، ص: ۶۶۸، نور محمد کتب خانہ)

''اور حضرت ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم اپنے والد (حضرت محمد ابن عمرو) سے اور وہ ابوبکر کے دادا (حضرت عمرو بن حزم) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے اہل یمن کے پاس ایک ہدایت نامہ بھیجا جس میں لکھا ہوا تھا کہ جو شخص قصداً کسی مسلمان کو ناحق مار ڈالے (یعنی قتل عمد کا ارتکاب کرے) تو اس کے ہاتھوں کے فعل کا قصاص ہے (یعنی اس نے اپنے ہاتھوں کے فعل اور تقصیر کے ذریعہ جو قتل عمد کیا ہے اس کی سزا میں اس کو بھی قتل کر دیا جائے)

الا یہ کہ مقتول کے ورثاء راضی ہو جائیں (یعنی اگر مقتول کے وارث قاتل کو معاف کر دیں یا اس سے خون بہا لینے پر راضی ہو جائیں تو اس کو قتل نہ کیا جائے) اس ہدایت نامہ میں یہ بھی تھا کہ (مقتول) عورت کے بدلے میں (قاتل) مرد کو قصاص میں قتل کیا جائے، اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ جان کا خون بہا سو اونٹ ہیں (یعنی جس کے پاس اونٹ ہوں وہ خون بہا میں مذکورہ تفصیل کے مطابق سو اونٹ دے) اور جس کے پاس سونا ہو وہ ایک ہزار دینار دے، اور ناک کی دیت جب کہ وہ پوری کاٹی گئی ہو ایک سو اونٹ ہیں اور دانتوں کی دیت (جب کہ وہ سب توڑے گئے ہوں) پوری دیت (یعنی ایک سو اونٹ کی تعداد) ہے اور ہونٹوں کی دیت (جب کہ وہ پورے کاٹ دیئے گئے ہوں) پوری دیت ہے اور دونوں خصیوں کے کاٹے جانے کی بھی پوری دیت اور پیٹھ کی ہڈی توڑے جانے کی پوری دیت اور عضو خاص کے کاٹے جانے کی بھی پوری دیت ہے اور دونوں آنکھوں کو پھوڑ دینے کی بھی پوری دیت ہے، اور ایک پیر کاٹنے پر آدھی دیت ہے، اور سر کی جلد زخمی کرنے پر تہائی دیت ہے اور پیٹ میں زخم پہنچانے پر بھی تہائی دیت ہے اور اس طرح مجروح کرنے پر کہ ہڈی ایک جگہ سے سرک گئی ہو پندرہ اونٹ دینے واجب ہیں اور ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں میں سے ہر ایک انگلی (کاٹنے) پر دس اونٹ دینے واجب ہیں، اور ہر ہر دانت کا بدلہ پانچ پانچ اونٹ ہیں۔ (نسائی، دارمی) اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ایک آنکھ (پھوڑنے) کی دیت پچاس اونٹ ہیں اور ایک ہاتھ اور ایک پیر کی دیت پچاس پچاس اونٹ ہیں اور ایسا زخم پہنچانے کی دیت جس میں ہڈی نکل آئی ہو یا ظاہر ہوگئی ہو پانچ اونٹ ہیں۔''

قتل خطأ اور شبہ عمد کی دیت سو اونٹ ہیں

''عن عبداللّٰہ بن عمرو أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: ألا إن دیة الخطأ شبه العمد ما کان بالسوط والعصا مائة من الإبل منها أربعون فی بطونها أولادها۔''

(ابوداود، باب دیۃ الخطأ، شبہ العمد، ج:۲،ص:۲۶۹، ایچ ایم سعید کمپنی)

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جاننا چاہیے کہ قتل خطأ جس سے مراد شبہ عمد ہے اور جو کوڑے اور لاٹھی کے ذریعہ واقع ہوا ہو، اس کی دیت سو اونٹ ہیں جن میں سے چالیس ایسی اونٹنیاں بھی ہونی چاہئیں جن کے پیٹ میں بچے ہوں۔''

قتل شبہ عمد کی دیت سو اونٹ ہیں

''عن علیؓ أنہ قال: فی شبه العمد أثلاثا ثلاث وثلاثون حقة وثلاث وثلاثون جذعة وأربع وثلاثون ثنیة إلٰی بازل عامها کلها خلفة، وفی روایة قال: فی الخطأ أرباعا خمس وعشرون حقة وخمس وعشرون جذعة وخمس وعشرون بنات لبون

وخمس وعشرون بنات مخاض۔'' (ابوداؤد، باب دیۃ الخطأ وشبہ العمد، ج:۲،ص:۲۷۰، ایچ ایم سعید کمپنی)

''حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا: قتل شبہ عمد کی دیت میں (سو) اونٹنیاں دینی واجب ہیں بایں تفصیل کہ تینتیس اونٹنیاں وہ ہوں جو چوتھے برس میں لگی ہوں اور تینتیس اونٹنیاں وہ ہوں جو پانچویں برس میں لگی ہوں اور چونتیس اونٹنیاں وہ جو چھٹے برس میں لگی ہوں اور آٹھ نو سال تک جا پہنچی ہوں اور سب حاملہ ہوں۔ ایک اور روایت میں حضرت علیؓ سے یہ منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا: قتل خطأ کی دیت میں چار طرح کی (سو) اونٹنیاں دینی واجب ہیں، بایں تفصیل کہ پچیس وہ ہوں جو تین تین برس کی ہوں اور پچیس وہ ہوں جو چار چار برس کی ہوں اور پچیس وہ ہوں جو دو دو برس کی ہوں اور پچیس وہ ہوں جو ایک ایک برس کی ہوں۔''

نوٹ: اس روایت کا آخری حصہ احناف کی دلیل ہے۔

''وعن مجاهد قال: قضى عمرؓ في شبه العمد ثلاثين حقة وثلاثين جذعة وأربعين خلفة ما بين ثنية إلى بازل عامها۔'' (ابوداؤد، باب دیۃ الخطأ وشبہ العمد، ج:۲،ص:۲۷۰، ایچ ایم سعید کمپنی)

''اور حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قتل شبہ عمد کی دیت میں تیس اونٹنیاں تین تین برس کی اور تیس اونٹنیاں چار چار برس کی اور چالیس اونٹنیاں حاملہ جو چھٹے برس سے لے کر نویں برس تک جا پہنچی ہوں دینے کا حکم فرمایا۔ (گویا یہ روایت حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے موافق ہے)۔''

ان واضح احادیث اور واضح احکامات اور سر سے لے کر پاؤں تک انسان کے جسم کے ایک ایک عضو کا نام سردارِ دو جہاں ﷺ اپنی مبارک زبان اور فرمان سے واضح فرماتے ہیں اور امت کو واضح ہدایات جاری فرما دیتے ہیں اور غامدی صاحب کہتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ نے کوئی تعیین کبھی بھی نہیں کی ہے۔

تعجب اس پر ہے کہ دن کی روشنی میں کس ڈھٹائی کے ساتھ غامدی صاحب دیت کا انکار کرتے ہوئے اپنی کتاب برھان میں لکھتے ہیں کہ:

''زمانے کی گردشوں نے کتاب تاریخ میں چودہ صدیوں کے ورق الٹ دیے ہیں، تمدنی حالات اور تہذیبی روایات، ان سب میں زمین وآسمان کا تغیر واقع ہو گیا ہے، اب ہم دیت میں نہ اونٹ دے سکتے ہیں نہ اونٹوں کے لحاظ سے اس دور میں دیت کا تعین کوئی دانشمندی ہے۔'' (برھان،ص:۱۸)

پیغمبر اسلام تو واضح انداز میں قیامت تک امت کے لیے دیت کی مقدار کو متعین کر کے فرمان جاری فرماتے ہیں اور غامدی صاحب کہتے ہیں کہ یہ دانشمندی نہیں ہے، ہم نہ اونٹ دے سکتے ہیں، نہ اونٹوں کی قیمت دے سکتے ہیں۔ پیغمبر ﷺ کے قول وفعل کو غیر دانشمندانہ قرار دینا صریحاً کفر ہے۔ اب علماء فیصلہ کریں کہ یہ شخص کس فتویٰ کا مستحق ہے؟ میں غامدی صاحب کو جواب دینے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا ہوں، بلکہ کہتا ہوں کہ غامدی صاحب کو توبہ کرنی چاہیے، یہ دنیا فانی ہے، پھر دوزخ میں توبہ کی گنجائش نہیں رہے گی۔

در فیض محمد وا ہے آئے جس کا جی چاہے
نہ آئے آتش دوزخ میں جائے جس کا جی چاہے
مریضانِ گناہ کو دو خبر فیض محمدؐ کی
بلا قیمت دوا ملتی ہے آئے جس کا جی چاہے

غامدی صاحب نے اپنے منشور میں قرآن مجید کی آیات کا صرف حوالہ دیا ہے اور آیت سے متعلق تفصیل اپنی کتاب برھان میں لکھی ہے، چنانچہ دیت سے متعلق قرآن مجید کی آیت یہ ہے:

''وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَأً،وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ إِلَّا أَنْ يَصَّدَّقُوا۔'' (النساء:۹۲)

''اور جو شخص کسی مؤمن کو غلطی سے قتل کردے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ ایک مؤمن غلام کو آزاد کرے اور مقتول کے وارثوں کو دیت ادا کرے، الا یہ کہ وہ دیت کو معاف کردیں۔''

جناب غامدی صاحب اس آیت میں لفظ ''دیة'' کے پیچھے پڑ گئے ہیں اور کہتے ہیں کہ ''دیة'' کا لفظ نکرہ ہے اور نکرہ میں عموم ہوتا ہے، کسی چیز میں تعیین و تخصیص نہیں ہوتی، مطلب یہ ہوا کہ ہر وہ شئے جو دیت کے نام سے معروف ہو وہ مراد ہے۔ کسی چیز میں تعیین و تخصیص نہیں ہوگی، ہمیں اس معاملے میں عرف کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے، لہٰذا مخاطب کے عرف میں جس چیز کا نام دیت ہے وہ مقتول کے ورثہ کے سپرد کردی جائے۔ (برھان، ص:۱۱)

اس کے علاوہ غامدی صاحب نے عرب کے اشعار کا ڈھیر لگا دیا ہے اور اس سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ جاہلیت میں شعراء عرب نے دیت کو مختلف انداز میں بیان کیا ہے، لہٰذا اسلام میں دیت کی خاص مقدار متعین نہیں ہے، بس صرف زمانہ کا عرف معتبر ہے اور حاکم وقت کا اعتبار ہے، وہ جتنا رد و بدل دیت میں کرنا چاہتا ہے کرسکتا ہے، برھان ص:۱۱ پر غامدی صاحب دیت سے متعلق کہتا ہے کہ:

''روایات میں اس کے بارے میں جو کچھ بیان ہوا ہے وہ عرب کے دستور کی وضاحت ہے، اس میں کوئی چیز بھی خود پیغمبر ﷺ کا فرمان واجب الاذعان نہیں ہے۔'' (برھان، ص:۱۱)

غامدی صاحب اپنے منشور کی دفعہ:۳ کے تحت مزید لکھتا ہے کہ:

''چنانچہ اسلام نے دیت کی نہ کوئی خاص مقدار ہمیشہ کے لیے متعین کی ہے اور نہ عورت اور مرد اور غلام اور آزاد اور کافر اور مؤمن کی دیتوں میں کسی فرق کی پابندی ہمارے لیے لازم ٹھہرائی ہے۔'' (منشور، ص:۱۸)

تبصرہ: دیت کی مقدار کی عدم تعیین کے بارے میں غامدی صاحب غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں، پچھلے صفحات میں جن احادیث کو میں نے پیش کیا ہے ان میں انتہائی صراحت کے ساتھ دیت کی مقدار کا بیان موجود ہے۔ طبقات ابن سعد کے حوالہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی صریح حدیث ہے جس میں دیت کے ایک سو اونٹ کا ذکر موجود ہے، پھر مؤطا مالک میں صریح حدیث ہے جس میں ایک سو اونٹ کا بیان موجود ہے، کتاب

السنہ میں علامہ محمد بن نصر مروزی رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ صریح حدیث ہے جس میں دیت کے ایک سو اونٹ کا ذکر ہے۔

محمد بن عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو آنحضرت ﷺ نے دیت سے متعلق جو خط لکھا تھا اس میں جان کے بدلے ایک سو اونٹ کے علاوہ جسم کے تمام اعضاء کی دیت کا واضح بیان موجود ہے، یہاں تک کہ انسان کے ذکر اور خصیتین کی دیت کی مقدار متعین طور پر موجود ہے۔ نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو نقل کیا ہے، اب نہ معلوم غامدی صاحب اس سے مزید کیا مقدار اور کیا تعیین چاہتے ہیں؟ اسی طرح عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ایک سو اونٹ کی وضاحت موجود ہے جس کو ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے۔ اسی طرح امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ نقل کیا ہے، اس میں ایک سو اونٹ دیت کا ذکر ہے، ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تخریج کی ہے۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے واضح فرمان کو ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے جس میں ایک سو اونٹ دیت کی مقدار کا تعین مذکور ہے۔ میں نے ان احادیث کو متن اور ترجمہ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ان تصریحات وتشریحات کے باوجود غامدی صاحب نے اپنے منشور میں جو یہ لکھا ہے کہ اسلام نے ہمیشہ کے لیے دیت کی کوئی خاص مقدار متعین نہیں کی ہے، یہ غامدی صاحب کی انتہائی گمراہی ہے اور ان کی بہت بڑی خیانت اور غلط بیانی اور بہت بڑا دھوکہ ہے جو وہ اپنے پیروکاروں کے ساتھ کررہے ہیں، وہ غامدی جو اتنا گہرا آدمی ہے کہ بال کی کھال اتارتا ہے کیا ان کی نظروں سے دیت کی اتنی بڑی حقیقت پوشیدہ رہ سکتی ہے؟ کبھی بھی نہیں، البتہ وہ دین اسلام کو ایک نیا رخ دینا چاہتا ہے اور اپنا باطل مطلب حاصل کرنا چاہتا ہے، وہ دیت کی مقدار کو چھپانے کے لیے عرف کا بگل بجاتا ہے، کبھی دستور اور رواج کا ڈھنڈورا پیٹتا ہے اور کبھی سبع معلقات اور دیوان حماسہ میں دیت سے متعلق جاہلیت کے اشعار گا گا کر دیت کی مقدار سے راہ فرار اختیار کرتا ہے، یہ اس شخص کا صرف انکار حدیث نہیں بلکہ دین اسلام کی بنیادوں کے اکھیڑنے کے لیے ان کے دل ودماغ میں الحاد اور زندقہ کا ایک جذبہ موجزن ہے، میں ان سے پوچھتا ہوں کہ اگر جاہلیت کے اشعار سے شرعی حکم ثابت ہوجاتا ہے تو ان اشعار میں تو دیت کے علاوہ بھی بہت ساری چیزیں موجود ہیں، پھر اس کو بھی قبول کرو، چنانچہ دیوان حماسہ میں بنو قیس بن ثعلبہ کا ایک شاعر شراب پینے اور خوبصورت لڑکی سے اختلاط کی اس طرح درخواست کرتا ہے:

إنا محیوک یا سلمٰی فحیینا

وإن سقیت کرام الناس فاسقینا

اے سلمیٰ! ہم تمہیں محبت کا سلام پیش کرتے ہیں، تم بھی ہمیں محبت کا سلام پیش کرو، اور اگر کبھی تم نے اشراف لوگوں کو شراب پلائی ہے تو ہمیں بھی پلادو، کیونکہ ہم بھی شرفا لوگ ہیں۔''

غامدی صاحب نے اپنی کتاب ''برھان'' میں شراب کی حد شرعی کا بھی بہت مذاق اڑایا ہے:

''اس سے واضح ہے کہ یہ (شراب کی حد) شریعت ہرگز نہیں ہوسکتی۔'' (ص:۱۳۸)

''لہٰذا یہ بالکل قطعی ہے کہ حضور ﷺ نے اگر شراب نوشی کے مجرموں کو پٹوایا تو شارع کی

www.banuri.edu.pk

حیثیت سے نہیں، بلکہ مسلمانوں کے حکمران کی حیثیت سے پڑوایا۔'' (برہان: ۱۳۹)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غامدی صاحب نے شراب نوشی کے لیے بھی اوپر مذکور سلمٰی کے شعر کو بنیاد بنایا ہوگا۔ میں کھلے الفاظ میں کہتا ہوں کہ غامدی صاحب دین اسلام کے مجرم اور دین اسلام کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے والے ہیں اور ان کے نظریات کفر کی سرحدوں تک جا پہنچے ہیں۔ میں غامدی صاحب سے پوچھتا ہوں کہ تمہیں کونسی وحی آئی جس سے آپ نے اندازہ لگایا کہ فلاں حکم نبی کی نبوت کی حیثیت سے آیا ہے اور فلاں حکم بشری حیثیت سے آیا ہے؟ فلاں حکم نبی کی عربی معاشرت کی وجہ سے آیا ہے اور فلاں حکم نبی کے حاکم ہونے کی حیثیت سے آیا ہے؟ نبی اکرم ﷺ کی ذات کو اس طرح تقسیم کرنے کا آپ کو کس نے اختیار دیا ہے اور آپ کون ہوتے ہیں جو اس طرح فیصلوں کے لیے جج بنے ہوئے ہیں؟

دل چاہتا ہے کہ میں قلم کی نوک کو تلوار بنا کر اس پر چلاؤں، مگر اخلاق کے دائرہ سے نکل نہیں سکتا ہوں، بس اتنا کہتا ہوں کہ اے اللہ! غامدی صاحب اور اس کے متبعین کی فنکاری اور مقالہ نگاری سے اسلام کی حفاظت فرما اور اس فتنہ کو نیست و نابود فرما۔ غامدی صاحب نے اپنی کتاب ''برہان'' کے ابتدائی دیباچہ میں لکھا ہے کہ اس مجموعۂ مضامین کی تحریریں زیادہ تر معاصر مذہبی فکر کی تنقید میں ہیں، ہوسکتا ہے کہ بعض لوگوں کے لیے گراں باریِ خاطر کا باعث ہو، لیکن:

چمن میں تلخ نوائی میری گوارا کر
کہ زہر بھی کبھی کرتا ہے کارِ تریاقی

میں غامدی صاحب کی دماغ سوز اور دین اسلام کو مسخ کرنے والی تحریر و تحریف و تزویر سے بھری ہوئی عبارات کے جواب میں اگر بھاری جملے لکھ دوں اور وہ جملے کسی کے لیے بارِ خاطر بن جائیں تو وہ بھی غامدی والا مذکورہ شعر کچھ تصرف کے ساتھ اپنے لیے تسکین خاطر کا ذریعہ بنائے۔

قلم میں تلخ نوائی میری گوارا کر
کہ زہر بھی کبھی کرتا ہے کارِ تریاقی

لو بھائی! غامدی صاحب نے دیت سے چھٹی دِلا دی

غامدی صاحب نے پہلے دیت کی مقدار میں تعین کا انکار کردیا۔ اب دیکھئے! وہ دیت کے قانون پر جھاڑ و پھیر کر چھٹی دلا رہا ہے، چنانچہ برہان میں وہ لکھتا ہے: ''ہمارے معاشرے میں دیت کا کوئی قانون چونکہ پہلے سے موجود نہیں ہے، اس وجہ سے ہمارے ارباب حل وعقد کو اختیار ہے کہ چاہیں تو عرب کے اس دستور کو برقرار رکھیں اور چاہیں تو اس کی کوئی دوسری صورت تجویز کریں وہ جو صورت بھی اختیار کریں گے اور معاشرہ اسے قبول کرلیتا ہے تو ہمارے لیے وہی معروف قرار پائے گی، پھر معروف پر مبنی قوانین کے بارے میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ حالات اور زمانے کی تبدیلی سے ان میں تغیر کیا جاسکتا ہے اور کسی معاشرے کے ''اولی الامر'' اگر چاہیں تو اپنے اجتماعی

مصالح کے لحاظ سے انہیں نئے سرے سے مرتب کر سکتے ہیں۔'' (برھان ص:۱۹)

اس عبارت میں غامدی صاحب دیت کے معروف اور دستور اور رواج کی اصطلاحات سے ترقی کر کے آگے چلے گئے کہ اس معروف اور دستور کے مطابق والی دیت کو بھی وقت کے حکمران بدل سکتے ہیں اور مثلاً پرویز مشرف اور عبدالرحمٰن ملک کو اس میں ہر تغیر کا اختیار حاصل ہے۔

مرد اور عورت کی دیت میں فرق کا ثبوت

غامدی صاحب نے اپنے منشور کے دفعہ:۳ کے آخر میں لکھا ہے:

''اور اسلام نے نہ عورت اور مرد اور غلام اور آزاد اور کافر اور مؤمن کی دیتوں میں کسی فرق کی پابندی ہمارے لیے لازم ٹھہرائی ہے۔ (منشور:ص:۱۷،۱۸)

غامدی صاحب نے اس عبارت میں غلط بات کہی ہے، اسلام میں ان مذکورہ اشخاص کی دیت میں یقیناً فرق ہے، ملاحظہ فرمائیں:

چنانچہ سنن کبریٰ میں امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی روایت نقل کی ہے:

''عن إبراهيم النخعي رحمه الله عن عمر بن الخطابؓ وعلي بن أبي طالبؓ أنهما قالا: عقل المرأة على النصف من دية الرجل في النفس وفيما دونهما۔''

(سنن الکبریٰ للبیہقی: ج:۸،ص:۹۶، وکتاب الحجۃ از امام محمدؒ، ج:۴،ص:۲۸۴)

''ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما دونوں کا یہ قول ہے کہ عورت کے قتل نفس اور زخموں کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہے۔''

تفسیر نیشاپوری یعنی تفسیر غرائب القرآن میں دیت کی سورۂ نساء کی آیت:۹۲ کی تفسیر میں لکھا ہے:

''إن دية المرأة نصف دية الرجل بإجماع المعتبرين من الصحابةؓ۔'' (تفسیر نیشاپوری)

''بیشک عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے اور اس پر معتبر صحابہؓ کا اجماع ہے۔''

علامہ ابن رشدؒ نے عورت کی دیت' مرد کی دیت کے نصف ہونے پر ائمہ اربعہؒ کا اتفاق نقل کیا ہے:

''أما دية المرأة فإنهم اتفقوا على النصف من دية الرجل في النفس فقط'' (بدایۃ المجتہد، ج:۲،ص:۳۱۵)

''باقی رہا عورت کی دیت کا معاملہ تو اس بارے میں سب کا اتفاق ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہے۔''

علامہ عبدالقادر عودہ شہید رحمۃ اللہ علیہ ''التشریع الجنائی، جلد اول، صفحہ:۶۶۹'' میں لکھتے ہیں:

''ومن المتفق عليه أن دية المرأة على النصف من دية الرجل في القتل۔''

''اس امر پر امت کا اتفاق ہے کہ قتل خطأ کی صورت میں عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہوگی۔''

ائمہ احناف میں سے مفسرین، اصحاب الفتاویٰ اور اصحاب الفقہ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کے مقابلے میں آدھی ہے۔ ہدایہ، عنایہ، بنایہ، کفایہ، کنز الدقائق اور قدوری

کی عبارت اس طرح ہے:

’’ودية المرأة على النصف من دية الرجل فی النفس وفيما دونهٗ ۔‘‘ (بحوالہ کنز الدقائق،۴۸۶)

’’اور عورت کی دیت مرد کی دیت کے مقابلے میں آدھی ہے، خواہ جان میں ہو یا اس سے کم میں ہو۔‘‘

خلاصہ یہ ہے کہ دیت کے بارے میں امت کے فقہاء و مجتہدین و محدثین و مفسرین ایک طرف ہیں کہ قتل خطأ میں مرد کی دیت ایک سو اونٹ ہیں اور عورت کی دیت اس کی آدھی ہے۔ یہ حضرات احادیث، فتاویٰ اور امت کے اجماع سے استدلال کرتے ہیں اور دوسری طرف غامدی صاحب ہیں جو کھلے الفاظ میں کہتے ہیں کہ دیت کی کوئی معین مقدار نہیں ہے اور نہ عورت اور مرد کی دیت میں کوئی فرق ہے۔ اس طرح غامدی صاحب اجماعِ امت، احادیث مقدسہ اور تمام مفسرین سے مخالف راستہ اختیار کر رہے ہیں، اسی لیے ہم اس کہنے میں حق بجانب ہیں کہ جاوید احمد غامدی صاحب غلط بیانی کر رہے ہیں اور پوری امت کے علماء پر بہتان باندھتے ہیں اور صریح و صحیح احادیث کا انکار کرتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ان کے پاس اس دعویٰ پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ یہ اجتہادی انداز سے جو کچھ بولتے ہیں سب غلط ہے۔ ان کا اجتہاد اس قابل ہے کہ ان کے منہ پر مارا جائے یا ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا جائے یا صحرائی قبرستان میں دفن کیا جائے۔ **(جاری ہے)**

www.banuri.edu.pk